"کتنی شرم کی بات ہے عون۔۔۔" ثانیہ کو اس پہ سخت غصہ تھا۔ اب بھی بہت بے زاری اور شرم دلانے والے انداز میں بولی تو عون نے سر دھنا۔

"واقعی۔۔۔ بہت شرم کی بات ہے۔ شوہر تھکا ہارا گھر آئے تو بیوی کو چاہیے کہ وہ اس کی دل بستگی کا سامان کرے اور تم کلاشنکوف بنی برسٹ مارنا شروع کر دیتی ہو۔" ٹی وی کے چینلز سرچ کرتا وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تو سالن کا ڈونگا لیے کچن سے نکلتی بھابھی نے زوردار قہقہہ لگایا۔

ثانیہ نے خفیف سی ہو کر دانت پیسے۔ پھر پاؤں پٹختی کچن میں چلی گئی۔ برتن پٹخ پٹخ کے غصہ نکالا۔ پھر بھابھی کے ساتھ مل کے کھانا لگانے لگی۔

"پیار سے کہو گی تو مان جائے گا۔" وہ منہ پھلائے کھانا کھا رہی تھی، جب سرگوشی میں بھابھی نے مشورہ دیا بلکہ تسلی دی۔

"ہنہ۔۔۔" ثانیہ نے محض سر جھٹکا۔ دل بہت جلا تھا۔ "کب سے پیار سے ہی کہہ رہی ہوں۔ اب بتاؤں گی اسے" اور کمرے میں آتے ہی اس نے "بتانے" کی شروعات کی۔ اپنا تکیہ اٹھایا اور قالین پہ یوں پھینکا جیسے وہیں سونے کا ارادہ ہو۔

پچیسویں اور آخری قسط
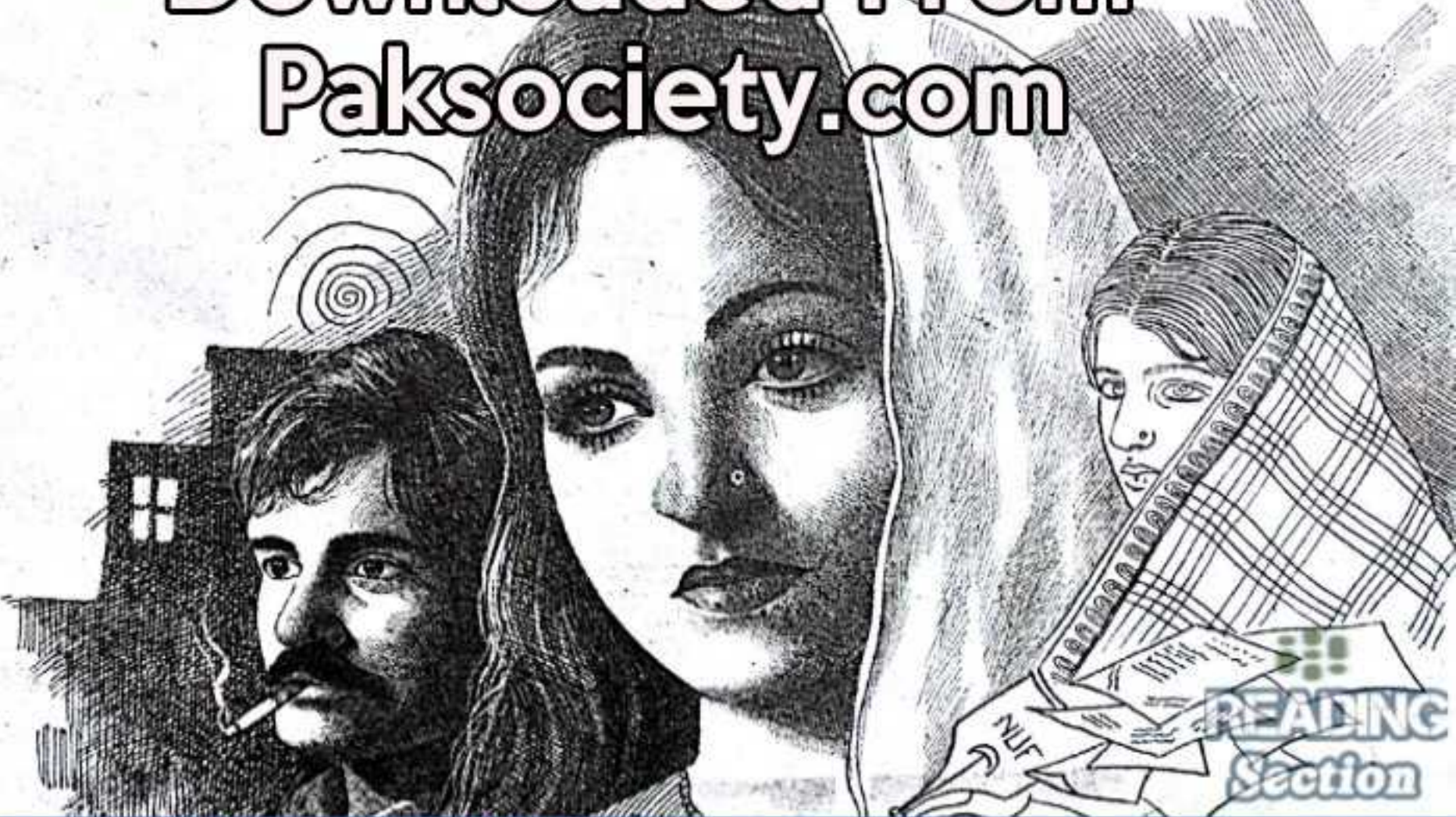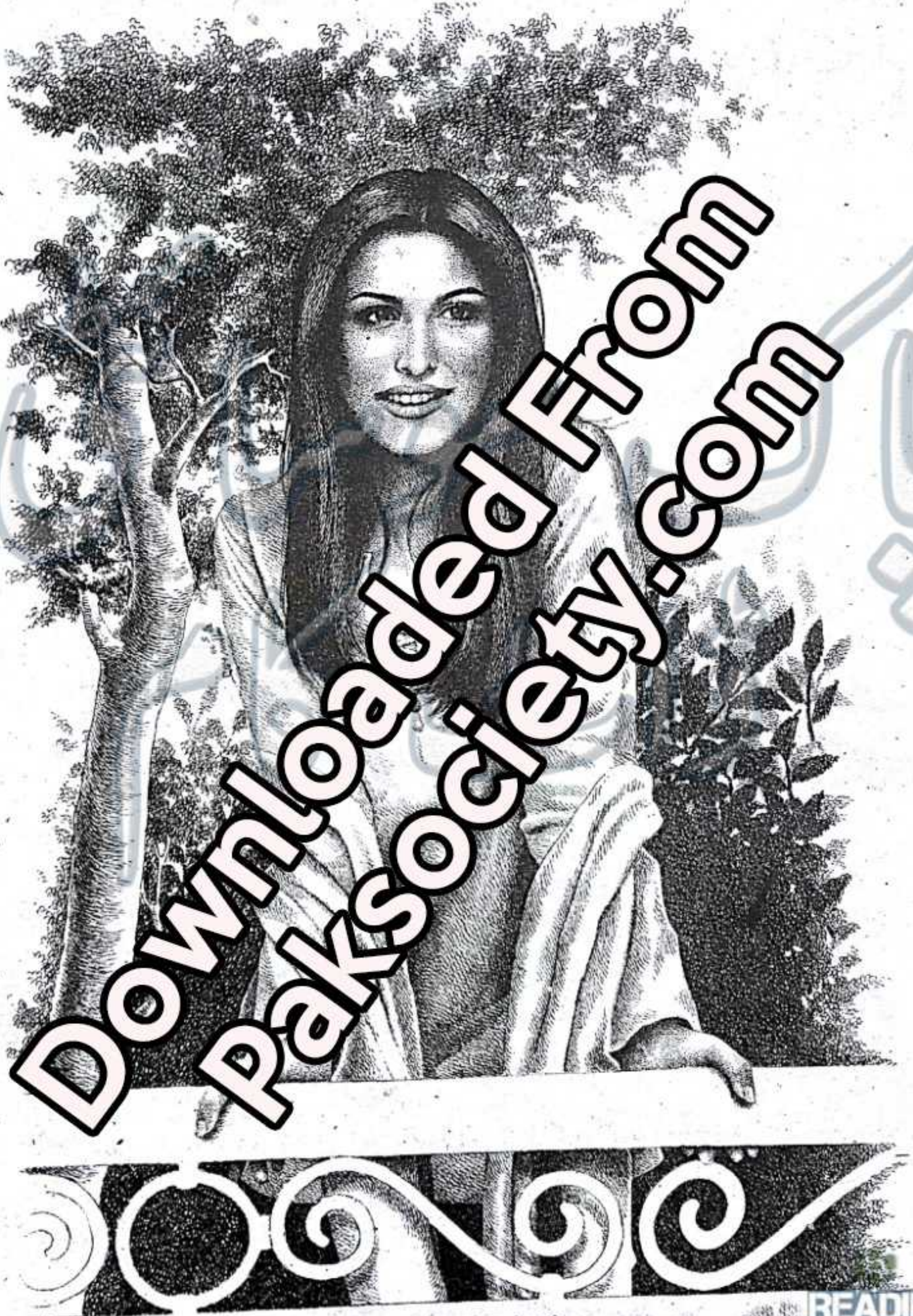
واش روم سے نکلتا عون ٹھٹکا' پھر اسے ہنسی آگئی۔
"ایک تو تم لڑکیاں بھی نا....."
"کیا.... ہم لڑکیاں؟"
وہ مکمل لڑائی کے موڈ میں تھی۔ تیوری چڑھا کے عون کو دیکھا۔ تو وہ اسے پرانی والی ثانیہ لگی۔ لڑتی جھگڑتی رعب جماتی۔
"بس ایسے ہی..... شادی ہوتے ہی ایک نیا پیکج نکل آتا ہے اندر سے....."
وہ یقیناً "اسے غصہ دلا رہا تھا.... چاہے مذاقاً" چھیڑ کر ہی سہی۔
"بدل تو تم گئے ہو' پہلے ہر بات مانتے تھے میری۔" ثانیہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔
"اچھا.... پہلے تکیہ اٹھا کے بیڈ پہ رکھو۔"
"نہیں..... میں نیچے ہی سوؤں گی۔" وہ بضد رہی۔
"اُفوہ..... اتنی دور سے تو میں تمہاری بات بھی ٹھیک سے سمجھ نہیں پاؤں گا۔"
عون نے اسے پچکارا۔
"تو قریب سے کون سا سن رہے ہو۔"
وہ روہانسی ہونے لگی۔ تو وہ برجستہ بولا۔
"تم نے قریب آکر کہا ہی نہیں۔ ذرا پاس آؤ۔ کوئی رشوت دو۔ پھر میں سوچوں گا۔"
"رشوت دے کے بھی تم نے سوچنا ہی ہے تو پھر میں دور ہی بھلی....."
وہ چڑ کر بولی تو عون نے آگے بڑھ کے تکیہ اٹھا کر بیڈ پہ پھینکا اور ثانیہ کو دھمکایا۔
"اب تم شرافت سے لیٹ جاؤ' ورنہ تمہیں بھی ایسے ہی اٹھا کے پھینکوں گا۔"
وہ فوں فاں کرتی بستر پہ آگئی۔
"ایک تو تم مجھے زبردستی وہاں سے لے آئے' یہ بھی نہیں سوچا کہ ایبھا کی طبیعت مکمل طور پہ ٹھیک نہیں تھی۔ اب لے جانے کا کہتی ہوں تو تمہارے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔"
اسے رہ رہ کے خیال آتا۔ پتا نہیں ایبھا نے کیا سوچا ہو گا۔ شرمندگی کے مارے ثانیہ نے تب سے اسے کال بھی نہیں کی تھی۔ عون جو اسے دھڑلے سے واپس لے آیا تھا۔
"ٹھیک ہے وہ..... بلکہ معیز کی خوشی دیکھ کے حالات کی بہتری کا اچھے سے اندازہ ہو جاتا ہے۔"
عون نے پاس بیٹھتے ہوئے اسے تسلی دی۔ تو وہ جل کر بولی۔
"وہ تو تب بھی خوش ہی رہتے تھے جب ایبھا برے حالات میں تھی۔"
"او نہوں..... اس نے بھی بہت کڑا وقت گزارا ہے۔ اگر ایبھا نے تکلیفیں سہی ہیں تو معیز کی ذہنی کیفیت بھی اس دوران ٹھیک نہیں تھی۔"
عون نے اس کی تصحیح کی۔ ثانیہ نے سر جھٹکا۔
"وہ اذیت ان کی اپنی مول لی ہوئی تھی۔ اگر تب ہی خدا کی رضا میں راضی ہو جاتے تو نہ وہ تکلیفوں سے گزرتی اور نہ خود معیز بھائی کو ذہنی اذیت سے گزرنا پڑتا۔"
وہ متاثر ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔
"بلکہ ایبھا کا تو زیادہ برا حال تھا۔ محض جسمانی ہی نہیں ذہنی اور روحانی طور پر بھی تکالیف برداشت کی ہیں اس

نے، محض اپنے شوہر کی بے رخی کی وجہ سے۔"
"چلو خیر۔ پلٹ کے آنے والوں کو تو اللہ بھی معاف کر دیا کرتا ہے۔ اس نے بھی کھلے دل سے اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیا ہے۔"
عون نے بات سمیٹی۔ پھر مسکرا کے اطلاع دی۔
"اب تو ابیہا اپنی شادی کی شاپنگ کر رہی ہے زارا کے ساتھ۔"
ثانیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔
"اور ان "ہٹلر آنٹی" نے اجازت دے دی؟" سفینہ بیگم کے بارے میں پوچھا۔
"اب وہ معیز احمد کی بیوی ہے۔ اس کی پوزیشن کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔"
"مگر پھر بھی۔۔۔ میری بہن بنی ہوئی ہے وہ۔ کیا میرا جانا نہیں بنتا وہاں۔۔۔ ایک تمہاری ہٹ کہ اکیلی نہیں جا سکتیں اور خود وہاں لے کے جا نہیں رہے۔" ثانیہ کو اپنا مسئلہ پھر سے یاد آیا۔
"لے جاؤں گا یار! ابھی تو شادی میں دو ہفتے پڑے ہیں۔"
عون نے اسے تسلی دی تو وہ چلا ہی تو اٹھی۔
"کیا مطلب۔۔۔ ڈائریکٹ شادی میں ہی لے جاؤ گے؟"
عون گڑبڑایا۔
"افوہ۔۔۔ میرا مطلب ہے پہلے ہی لے کے جاؤں گا۔ ابھی کافی ٹائم ہے۔"
"کل اگر تم مجھے نہیں لے کے گئے تو پھر دیکھنا تم۔۔۔" چند لمحوں تک اسے گھورنے کے بعد ثانیہ نے اسے دھمکایا۔
"میں تو اب بھی دیکھ ہی رہا ہوں بس۔۔۔" عون نے شرارت سے آہ بھری۔ ثانیہ نے دانت پیسے۔
"ہاں۔۔۔ تو آئندہ بھی صرف دیکھتے ہی رہو گے۔" پٹاخ سے کہا تو عون کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"اب تو لے جانا ہی پڑے گا۔ بھئی اپنا حقہ پانی بند ہو جائے گا ورنہ۔۔۔"
وہ اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ ثانیہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کن اکھیوں سے تکیے پہ پھیلے عون کے بازو کو دیکھا۔ پھر کھسک کر سر اس کے بازو پہ رکھ دیا۔
"مجھے پتا تھا عون! تم مان جاؤ گے کیونکہ تم بہت اچھے ہو۔"
بڑے مان سے کہا۔
"اچھا۔۔۔ اور یہ تمہیں میری بڑبڑاہٹ سننے کے بعد پتا چلا ہو گا؟"
عون نے طنزاً پوچھا تو ثانیہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔ عون کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

سفینہ بیگم نے ایک ہی نگاہ میں پورے ماحول کا جائزہ لے لیا۔ شاپنگ بیگز کی گنتی انہوں نے آتے ہی کر لی تھی۔
ابیہا کچن سے نکلی تو ان کو دیکھتے ہی جیسے خائف ہو کر زمین پہ جم سی گئی۔۔۔ اس کی اس کیفیت نے سفینہ بیگم کو بہت تقویت پہنچائی۔ یعنی کہ ابھی بھی ان کا پلہ بھاری ہی تھا۔ معیز کا ساتھ پا کر بھی وہ ان کے رعب کی "حد" سے باہر نہیں نکلی تھی۔

"نہوں..." انہوں نے اپنے مخصوص "ملکہ" والے انداز میں سر اٹھائے تنفر سے ہنکارا بھرا۔ پھر انگلی سے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حقارت سے بولیں۔

"بڑی عیاشی ہو رہی ہے تمہاری۔"

ایبہا کی پیشانی پر پسینہ چمک اٹھا۔

کل تک یہ اس معیز احمد کی ماں تھیں جس نے ایبہا کو قبول نہیں کیا تھا۔

اور آج وہ اس معیز احمد کی ماں تھیں جو دل و جان سے ایبہا کو قبول کرنے کا اذن دے چکا تھا' تو اب اس کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیے؟

اسے اپنے ذہن سے کوئی جواب نہ ملا تھا۔

وہ ہلکا سا کھنکھاری' پھر ہمت جمع کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی۔

"آپ بیٹھیں پلیز... میں چائے لاتی ہوں آپ کے لیے۔"

"بس..." وہ ہاتھ اٹھا کر گویا پھنکاریں۔ "مہمان نہیں آئی ہوں میں تمہارے گھر... اپنے غلیظ وجود کے ساتھ تم کھڑی ہو میری سلطنت میں..."

اف... اف...!!

ایبہا کا دل چاہا یہاں سے غائب ہو جائے۔

کسی کو اس کی اوقات یاد دلاتے وقت جو الفاظ ہمارے لبوں سے نکلتے ہیں' وہ درحقیقت دوسروں کو ہماری اوقات بتا رہے ہوتے ہیں۔

سفینہ بیگم بھی جو منہ میں آئے وہ کہہ دینے کی عادی تھیں۔

"مگر تم درحقیقت اس کھیل کو سمجھ نہیں پا رہیں۔ معیز تمہارا شوہر بعد میں ہے... پہلے وہ میرا بیٹا ہے۔ میرے ذہن سے سوچنے اور میری زبان بولنے والا۔" انہوں نے اپنی بساط بچھانی شروع کی تھی۔

"اگر وہ تمہیں لفٹ کرانے لگا ہے تو کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ لڑکوں کو چار دن ایسے ہی کشش نظر آتی ہے لڑکیوں میں۔ ورنہ پچھلے تین سالوں میں جو تمہاری اہمیت تھی اس کے نزدیک... وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

وہ اسے اتنی بری طرح رگیدنا چاہتی تھیں کہ وہ سر اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے۔

ایبہا کا وجود کپکپانے لگا۔ سفینہ بیگم کے لب و لہجے کی یخ بستگی اسے اپنی ہڈیوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں نے بھی کہا جوان بچہ ہے' ٹھیک ہے۔ اس کا بھی حق ہے اپنی زندگی میں من چاہے تجربات کرنے کا۔ دو ماہ کا ٹائم دیا ہے میں نے اسے تمہارے ساتھ... اس کے بعد پھر وہی ہو گا جو میں چاہتی ہوں۔"

وہ فاتحانہ کہہ رہی تھیں۔ ایبہا کا وجود سُن ہونے لگا۔ پھر وہ پُراسرار انداز میں بولیں تو چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کیا چاہتی ہوں۔" وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی۔

ان کے لفظوں کے سکے کھن کھن سماعتوں سے ٹکرا کر ذہن کے کشکول میں گرتے تو جیسے پگھلے ہوئے سیسے کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔

"چلو... انجوائے کرو تم بھی... دو ماہ ہیں تمہارے پاس... جتنا کچھ سمیٹ سکتی ہو سمیٹ لو مگر اس کے بعد یہ ہم ماں بیٹے میں طے ہے کہ تمہیں اس گھر سے دفع ہی ہونا ہے۔" انہیں اس کی شکل میں صالحہ دکھائی دیتی تھی۔ جیسے صالحہ موجود نہ ہوتے ہوئے بھی امتیاز احمد اور ان کے بیچ حائل رہی' ویسے ہی یہ لڑکی ان کے بیٹے کے دل و دماغ پہ

قابض ہونے والی تھی۔ یہ جادوگر ماں بیٹی... صالحہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکیں مگر وہ ایہا کی ایسی کی تیسی کر دینا چاہتی تھیں۔ جیسے آئی تھیں ویسے ہی حقارت سے اسے دیکھتی چلی گئیں تو ایہا کی لرزتی ٹانگوں نے اس کا مزید بوجھ برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ وہیں ہاتھوں میں منہ چھپائے بیٹھتی چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

شارجہ سے شادی میں خاص طور پر شرکت کے لیے ماموں، ممانی اور عمر گھر میں کیا آئے رونق اور شادمانی کا نیا سامان آگیا۔

جیسا موڈ ہو ویسا منظر ہوتا ہے
موسم تو انسان کے اندر ہوتا ہے

کے مصداق عمر جب معیز سے ملا تو دونوں نے لمبا معانقہ کیا۔ معیز کو یاد آیا وہ دونوں کتنے اچھے دوست ہوا کرتے تھے۔

"بہت مبارک ہو میرے دوست! زندگی میں واپسی کے لیے۔" عمر اس کے اس اقدام سے بہت خوش اور پُرجوش تھا کہ معیز نے ایہا کو اپنالیا ہے۔

ممانی نے سفینہ بیگم کو دونوں شادیوں کی مبارک باد دی تو ان کی مسکراہٹ سکڑنے میں پل نہیں لگا۔

"معذرت چاہتی ہوں بھابھی... مگر میں صرف زارا کی شادی کی مبارک باد قبول کروں گی۔"

"ارے..." انہوں نے حیرت سے نند کو دیکھا۔ "ابھی تک حالات درست نہیں ہوئے؟"

"ابھی تو میکے والوں کی تھو تھو باقی ہے۔ ساری عمر میں صالحہ کو کوستی رہی تو کیا سب طعنے نہیں دیں گے کہ اب اسی کی بیٹی کو بہو بنالیا۔ پوری دنیا میں معیز کے لیے اور کوئی نہیں ملی تھی۔"

وہ سخت برگشتہ تھیں۔

ممانی جان کو ان کے خیالات جان کر سخت تاسف ہوا۔ ان کی سخت طبیعت سے واقفیت تو اچھی طرح تھی اور باقی کی کہانی عمر نے جا کے انہیں من وعن سنائی تھی، انہیں ایہا کو بنا دیکھے ہی اس سے ہمدردی ہونے لگی۔ "بن ماں باپ کی بچی کیسی سزا کاٹ رہی تھی۔ وہ بھی اس جرم کی جو اس نے کیا ہی نہیں" اور یہ بات انہوں نے صاف گوئی سے سفینہ سے بھی کہہ دی۔ تو وہ ترخ کر بولیں۔

"ہر کسی کو اپنے ہوتے سوتے کا بویا کاٹنا پڑتا ہے۔ اسے بھی صالحہ کی بیٹی ہونے کی سزا مل رہی ہے۔"

"یوں کہو کہ ناکردہ گناہوں کی سزا مل رہی ہے اسے عمر بتا رہا تھا دیکھنے لائق بچی ہے۔ اوپر سے صابر و شاکر بھی..."

ممانی جان کو نند کی ذہنیت پر افسوس ہو رہا تھا۔

"ہنہ... صابر و شاکر..." سفینہ نے سر جھٹکا اور طنزیہ بولیں۔

"گھنی اور میسنی... ماں کی طرح پوری ادائیں ہیں اس کی بلکہ ایک آدھ زیادہ ہی ہوگی۔ تب ہی تو امتیاز احمد نے صالحہ کو کسی طور پر چھوڑ ہی دیا مگر اس کمبخت نے تو پتا نہیں کیا جادو کیا۔ طلاق دیتے دیتے مکر گیا معیز..."

"جو صبر کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں، دنیاوی جنگوں میں ان کی شکست ناممکن ہوتی ہے سفینہ... بہرحال... تم یہ بتاؤ داماد کیسا ہے۔ ہم نے تو بڑی تعریفیں سنی ہیں عمر سے۔"

انہوں نے تحمل سے کہتے ہوئے بات بدل دی تھی۔ سفیر کے ذکر پر فی الفور سفینہ کی تیوریاں غائب ہوئیں اور

چہرے پر مسکراہٹ نے ڈیرہ ڈال لیا اور وہ انہیں سفیر کی بابت بتانے لگیں۔

☼ ☼ ☼

خاندان والوں کو معیز اور ایبھا کے نکاح کا پتا نہیں تھا۔ اب جگ ہنسائی سے بچنے کے لیے یہی طے کیا گیا کہ زارا کی مہندی والے روز ان دونوں کا علی الاعلان نکاح کیا جائے گا۔ سفینہ بیگم تو ایسے ہر پروگرام پر خون کے گھونٹ بھر کے رہ جاتیں' ان سب نے تو قسم کھا رکھی تھی ان کی خوشیوں کو ملیا میٹ کرنے کی۔

ابھی تو انہیں سوچ سوچ کے ہول اٹھتے کہ بنا ماں' باپ کی بچی کا خاندان میں تعارف بھی کروانا تھا۔

ممانی جان خاص طور پر انیکسی میں ایبھا سے جا کر ملیں تو اس کا سوگوار سا روپ دیکھ کر بے ساختہ "ماشاءاللہ" کہہ اٹھیں۔ انہیں سفینہ پر افسوس ہوا۔

بہت سے اچھے لوگوں کو ہم محض اپنی انا کی خاطر ناقدری کی دھول میں رول دیتے ہیں۔

سفینہ بھی بدلے اور انتقام کی اسی منزل پر تھیں۔

ممانی جان آئیں تو سفینہ کا دھیان تھوڑا سا پلٹا۔ وہ اب دل جمعی سے زارا کی شادی کی باقی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

معیز کی کال آئی تو ایبھا کا دل دھڑک اٹھا۔ جب سے سفینہ بیگم انیکسی سے ہو کر گئی تھیں معیز کی پہلی کال آئی تھی اس کے بعد... اور ایبھا اس دورانیے میں یہ طے نہیں کر پائی تھی کہ معیز کو ان کی "تنا کہانی آمد" اور ان کے انکشافات کے بارے میں بتانا چاہیے یا نہیں۔

"کیسی ہو...؟"

وہ بہت محبت سے پوچھ رہا تھا۔ ایبھا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"ٹھیک..."

"ابھی ریڈی ہو جاؤ... تھوڑی دیر میں شاپنگ کے لیے چلنا ہے ہمیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"سب مکمل ہو چکا ہے... پلیز اب بس..."

وہ بمشکل صاف آواز میں بولی۔ ورنہ آنسو تو گلے کا پھندا بننے لگے تھے۔

"ارے... رے..." وہ حیران سا ہوا۔ پھر دھونس سے بولا۔ "ایسے کیسے... آج برائیڈل ڈریس لینا ہے تمہیں۔ وہ بھی میری پسند کا۔"

ایبھا کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کے رو دے۔ جانے سفینہ بیگم نے کیا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

"ہوں..." وہ مبہم سا بولی۔ مبادا معیز کو اس کے رونے کا پتا چل جائے۔

"چلو ٹھیک ہے۔ بس تم تیار ہو جاؤ۔ میں آتا ہوں۔" وہ مطمئن ہوا۔

"وہ... زارا کو بھی لے لیں ساتھ۔"

وہ مہمانوں کے سامنے کوئی تماشا نہیں چاہتی تھی۔

"اوہو... وہ تو پردے میں بیٹھ گئی بس... اور تمہارا ابھی بازار کا یہ لاسٹ چکر ہوگا۔ اس کے بعد تم بھی پردے میں..." وہ شرارت سے ہنسا تھا۔

"آپ خود اپنی پسند کا لے لیں پلیز... مجھے تو ان چیزوں کا کچھ نہیں پتا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

واقعی پہلے تو زارا اپنی پسند سے اس کے لیے بھی شاپنگ کر لیتی تھی۔ کبھی کبھار وہ بھی مشورہ دے دیتی یا زارا

زبردستی اس سے پسند پوچھتی تو اسے بھی دلچسپی لینا پڑتی تھی۔
"تم اس کی فکر مت کرو۔ تم صرف میرے ساتھ چل رہی ہو۔باقی کام میرا ہے۔"
معیز کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے ساتھ لے کر ہی جائے گا۔
"معیز...." وہ ہچکچا کر چپ سی ہو گئی۔
"کیا بات ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟"
ان چند دنوں میں وہ کم از کم اس کی آواز کے اتار چڑھاؤ سے تو واقف ہو ہی چکا تھا۔
"آنٹی.... راضی ہیں اس رشتے کے لیے؟"
اس نے مدھم لہجے میں پوچھا تو لحہ بھر کو معیز چپ سا ہو گیا۔
"ہمارا نکاح ہو چکا ہے ایبہا۔ اب ان سب تکلفات کی ضرورت نہیں۔ بہت سے لوگ رضامند نہیں ہوتے لیکن آہستہ آہستہ وہ حقیقت کو قبول کر لیتے ہیں۔"
قدرے توقف کے بعد وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو ایبہا کو سفینہ بیگم کی "رضامندی" کا اندازہ ہو گیا۔
"کیا انہوں نے.... کوئی شرط رکھی ہے آپ سے؟"
وہ ہچکچا کر بولی تو ایک ثانیے کے لیے معیز کا دماغ گھوم گیا۔
"تم سے کس نے کہا؟"
اس نے سوال کے بدلے فی الفور سوال کیا تھا۔ شک گزرا کہیں زارا نے تو....
"کسی نے نہیں.... یوں ہی.... دل میں خیال آیا تھا۔" وہ مکر گئی۔
"ان دنوں اچھے اچھے خیالات لاؤ دل میں۔ خدا خدا کر کے تو یہ دن آئے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"ہوں.... ٹھیک ہے۔"
ایبہا نے صرف بات بدلنے کی خاطر مختصراً" کہا۔ جس بات نے کل رات سے اسے ٹینشن کا شکار کر رکھا تھا۔ اسے معیز نے کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی۔
"او کے.... پھر ریڈی ہو جاؤ میں آرہا ہوں۔"
وہ کہتے کہتے رکا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔
"ایبہا.... کسی کے بارے میں مت سوچو.... کوئی جو کرتا ہے کرنے دو' جو کہتا ہے کہنے دو۔ تم صرف میرے جذبات کے خالص پن پہ نظر رکھو' اس میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو میں قابل سزا.... باقی سب کو بھول جاؤ.... سوائے میرے...."
آخری بات پر اس کا لہجہ مسکراتا ہوا سا تھا۔ ایبہا بھی جھینپ گئی۔

☆ ☆ ☆

ممانی جان نے ڈھولک رکھوا کر گھر میں اچھی خاصی رونق لگا دی۔ رشتہ داروں نے معیز کی دلہن کے روپ میں صالحہ کی بیٹی کو دیکھ کر حیرت کا اظہار تو ضرور کیا مگر اتنی باتیں نہ بنائیں' جتنی کہ سفینہ بیگم کو توقع تھی۔ اس کی وجہ شاید صالحہ کا اس دنیا سے چلے جانا تھا۔ وہ زندہ ہوتی تو شاید لوگ چسکے لینے کی خاطر ضرور کریدتے۔ فی الحال تو وہ ایبہا کی من موہنی سی شکل اور معصومیت دیکھ کر معیز اور اس کی جوڑی کو سراہ ہی رہے تھے۔
زارا کی مہندی لڑکے والے بہت دھوم دھام سے لائے تھے۔ سفیر اور اس کے بھائیوں کے دوستوں کے

بھنگڑے کمال کے تھے۔
زارا کی مایوں کی رسم سے ذرا پہلے ایبہا اور معیز کے نکاح کی سنّت ادا کی گئی۔ ایبہا کا دل بھر بھر آرہا تھا۔ کیا کیا یاد نہ آیا تھا اس لمحے۔۔۔ اور معیز شاد تھا۔ مطمئن اور پرسکون۔ جیسے من کی ہر مراد پالی ہو۔ جیسے لو میرج کرنے چلا ہو۔ ماضی کی کسی یاد کا شائبہ تک اس کے ذہن میں نہ تھا۔ اسے یقین تھا ان کی زندگی آج سے شروع ہونے والی ہے۔

آج ہی ایبہا کی رخصتی تھی۔ اگلے دن زارا کی بارات کے ساتھ ان کے ولیمہ کی سنّت ادا ہو جاتی۔ رباب بھی تنے ہوئے تاثرات لیے تقریب میں موجود تھی مگر بحالت مجبوری۔ اگر اس کے بھائی کی شادی نہ ہوتی تو وہ کبھی مڑ کے بھی ادھر نہ دیکھتی۔
سفینہ بیگم معیز کی بے وفائی کے ازالے کے طور پر اسے خصوصی اہمیت دے رہی تھیں۔ مگر رباب کا انہیں بھی لفٹ کرانے کا موڈ نہیں تھا۔
سفینہ بیگم' رباب کو دیکھ دیکھ کے کڑھ رہی تھیں۔ اگر اس کے ساتھ معیز کی شادی ہو جاتی تو زارا کی کامیاب شادی کی گارنٹی مل جاتی بحق ہاہ۔۔۔
ثانیہ کتنی ہی بار ایبہا کو لپٹا کر پیار کر چکی تھی۔
"ماشاءاللہ۔۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔"
اور ہر بار اس دعا پر ایبہا کی آنکھیں بھر آتیں۔
معیز پر اعتبار اپنی جگہ۔ مگر سفینہ بیگم کی دھمکی ذہن سے جاتی ہی نہ تھی۔ وہ معیز کی اپنی ماں سے محبت اور لگاؤ سے اچھی طرح واقف تھی۔۔۔ سفینہ بیگم جیسی پتھر دل عورت اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی تھیں۔
ایرا زاور عمر کے برجستہ جملوں اور لوگوں کے قہقہوں نے محفل کو زعفران زار بنا رکھا تھا۔ زارا اور سفیر کی مہندی اکٹھی ہو رہی تھی۔ سب نے ان دونوں کو تیل لگا لگا کر اور مٹھائی کھلا کھلا کر نڈھال کر دیا تھا۔
رات گئے محفل اپنے اختتام کو پہنچی اور لڑکے والے رخصت ہوئے۔ دولہا دلہن بنے معیز اور ایبہا کے ساتھ سب کا فوٹو شوٹ بھی مکمل ہوا۔
اب ایبہا کی معیز کے ساتھ رخصتی تھی۔ سفینہ بیگم تو کسی بھی رسم میں حصہ لے کر خود کو "گناہ گار" نہیں کر سکتی تھیں۔ سو بیمار بن کے کمرے میں پہنچ گئیں۔ تب ممانی جان نے خوش اسلوبی سے ماں کے فرائض سرانجام دیے۔ ایبہا کو تھام کر وہ معیز کے کمرے تک لائیں۔ ثانیہ اسے اندر لے گئی تھی۔

"واؤ۔۔۔" خوشبوؤں اور گلابوں سے سجے بیڈ روم کو دیکھ کر ثانیہ مبہوت ہو گئی۔ مگر ایبہا کی کیفیت کچھ اور ہی تھی۔ اس نے سرد ہوتے ہاتھوں سے ثانیہ کے ہاتھ تھام لیے۔
"ارے۔۔۔ تمہیں کیا ہوا؟ اتنی گرمی میں بھی ٹھنڈی پڑ رہی ہو۔" ثانیہ حیران ہوئی۔
"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تو ثانیہ ہنستے ہوئے بولی۔
"ابھی معیز بھائی آئیں گے تو یہ ڈر ورا ٹن چھو ہو جائے گا۔" ثانیہ نے اسے احتیاط کے ساتھ پھولوں سے سجے بستر پر بٹھایا۔
"معیز بھائی نے بیڈ روم میں فوٹو شوٹ سے منع کر دیا تھا۔ فوٹو گرافر کو۔۔۔ مووی میکر کو بھی نہیں آنے دیا ادھر۔۔۔" ثانیہ بتا رہی تھی۔

اسی اثنا میں زارا پانی کا جگ اور گلاس لا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی۔ پھر ایبہا کے پاس بیٹھی اور اسے پیار کیا۔
"اللہ کرے تم ہمارے گھر کو ہمیشہ خوشیوں سے بھرا رکھو۔" اس نے دل سے دعا دی تو اس کے ساتھ ایبہا کی آنکھوں میں بھی نمی اُتر آئی۔
"کیا خیال ہے گھر بھرنے کے لیے پانچ چھ خوشیاں کافی ہوں گی؟"
ثانیہ نے ماحول بدلنے کے لیے شرارت سے کہا تو اس کا مطلب سمجھ کر ایبہا جھینپ گئی۔ زارا ہنسی تھی۔
"ہاں... دو بچے خوش حال گھرانہ والوں کے موٹو کی ایسی کی تیسی ہو جائے گی۔"
ثانیہ کا ارادہ تو ابھی اور رکنے کا تھا مگر عون کی کال آ گئی۔
"شرم کرو... تم تو وہیں چپک گئی ہو اور ادھر ایک شریف بندہ اپنی بیوی سے پہلی ملاقات کے لیے بے چین و بے قرار ہو رہا ہے۔"
عون نے اسے اچھی خاصی سنائی تھیں۔ وہ موبائل آف کر کے ہنستی ہوئی اٹھ گئی۔
"چلو بھئی... جن کی سلطنت ہے وہ آنا چاہتے ہیں اب۔ ہمیں تو اشارہ مل گیا۔"
زارا اس کا گال تھپتھپاتی اٹھ گئی تو بے ترتیب دھڑکنیں لیے ایبہا اکیلی بیٹھی رہ گئی۔
معیز کمرے میں آیا تو اک طمانیت آمیز خوشی نے اس کے پورے وجود کا حصار کر رکھا تھا۔
مسکراتی نظروں سے وہ بیڈ کے وسط میں سر جھکائے ساکت بیٹھی ایبہا کو دیکھتا اس کے پاس آ بیٹھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں الجھائے وہ سنگی مجسمے کی طرح جامد تھی۔
"السلام علیکم!" معیز نے مسکرا کر کہا تو ایبہا نے چہرہ مزید جھکا لیا۔
معیز نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھاما۔
ٹپ... ٹپ...
وہ چونکا... آنسوؤں کے گرم قطرے اس کے ہاتھ کی پشت پر گرے تھے۔ اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں تھام کر ایبہا کا چہرہ اوپر کیا تو وہ رو رہی تھی۔ معیز کا دل تاسف کا شکار ہونے لگا۔
"تم نے مجھے ابھی بھی معاف نہیں کیا ہیا...؟"
"نہیں... ایسی بات نہیں ہے۔"
وہ جلدی سے بولی، مبادا وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔
معیز نے دونوں انگوٹھوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔
"تو پھر... یہ آنسو...؟"
"یہ تو بس ایسے ہی..." وہ خجل سی ہو گئی مگر آنسوؤں کو کنٹرول کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

اسے اپنی خوش نصیبی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ گزرے چار سالوں میں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا کہ وہ معیز احمد کے دل میں کبھی اپنی جگہ بنا سکے گی۔
"تم نے بہت رو لیا ایبہا... میرے بغیر جتنا رونا تھا رو لیا۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں... اور کبھی تمہیں رونے نہیں دوں گا۔"
وہ تیقن بھرے انداز میں بولا تو ایبہا کو اس کی ہر ہر بات پہ یقین آنے لگا۔ معیز نے اس کے گرد بازوؤں کا حصار بنایا تو وہ اس کی مضبوط پناہوں میں سمٹ سی گئی۔
اس دنیا کے ہر غم اور ہر دکھ کو بھلائے۔ محبت کی صدا پر لبیک کہتے... ان دونوں پر محبت پر پھیلائے سایہ فگن

تھی۔

☆ ☆ ☆

سفینہ بیگم کو زارا کے مستقبل کی فکر کھائے جارہی تھی۔ رباب کی صورت وہاں زارا کے لیے ایک مستقل درد سر موجود تھا۔ کیا تھا اگر معیز یہ بار اپنے سر لے کر زارا کی آزمائش ختم کردیتا۔ سفینہ بیگم کو شکوہ تھا۔ مگر آہ بھر کے رہ جاتیں' معیز تو ایک طرف رہا خود زارا بے وقوف بھی اپنے مستقبل کے ان مسائل سے لاپروا تھی۔

وہی زارا جو پہلے رباب کو بھابی بنا کر سسرال میں اپنی حیثیت مضبوط بنانا چاہتی تھی۔ اب بھائی اور ابیہا "بھابھی" کی محبت میں گوڈے گوڈے ڈوبی ابیہا کی خوب طرف داری کرتی تھی۔ مگر۔ جب وہ ابیہا کو ڈرا دھمکا کر آئیں تو ان کے دل کو ازحد طمانیت ملی جب انہوں نے ابیہا کا اپنے رعب کے آگے وہی سابقہ حال دیکھا۔ معیز کے ساتھ نے اسے نہ تو زبان دراز بنایا تھا اور نہ ہی نڈر۔ وہ ابھی بھی ان کے جوتے تلے آیا کیڑا تھی۔ جسے وہ کبھی بھی مسل سکتی تھیں انہوں نے بڑی طمانیت اور تنفر سے سوچا۔

انسان سوچتے وقت یہ بھول جاتا ہے کہ "تذلیل انسانی" کے منصوبے بنانے والوں کے منصوبے اکثر فیل ہوجایا کرتے ہیں۔

مگر رب کی کرنی نہیں بدلا کرتی۔ اس کا "کن" "فیکون" ہوجایا کرتا ہے۔

تو کوئی ہے جو سوچے سمجھے؟؟؟؟

☆ ☆ ☆

ان کا خیال تھا کہ رباب ان کا منصوبہ سن کے خوشی کے مارے اچھل پڑے گی۔ باغ باغ ہوجائے گی مگر وہ تو چلا اٹھی۔

"کیا۔؟ آنٹی آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ واہ۔ واہ وہ اس لڑکی کو محبوبہ بنا کے رکھے گا اور آپ فلمی ظالم ساس کی طرح ابیہا پہ طرح طرح کے ظلم ڈھا کر اسے یہاں سے بھگانے کی سازشیں کریں گی۔"

وہ تند و تیز لہجے میں بولتی چلی گئی تو سفینہ بیگم نے بے اختیار پہلو بدلا۔ ان کے سامنے اپنی اولاد کو بھی اس لب و لہجے میں بولنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی کبھی۔

(اگر یہ خبیث لڑکی اس گھر میں آگئی تو کیا کرے گی؟) انہیں بے ساختہ خیال آیا۔

مگر بہرحال فی الوقت تو اپنے سے زیادہ بیٹی کا گھر بچانے کی فکر تھی۔ سو لہجے کو نرم ہی رکھا۔

"تم فکر مت کرو رباب۔! معیز صرف ہمدردی کے بخار میں مبتلا ہے اور کچھ نہیں۔"

"اسے دوسرے لفظوں میں عشق کا بخار کہتے ہیں آنٹی۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا۔ تو وہ خفیف سی ہوگئیں۔ تب وہ اطمینان سے بولی۔

"مگر میں نے اچھی طرح سے اس مسئلے کا حل سوچ لیا ہے۔"

وہ چونکیں۔ "کیا۔؟"

"یہی کہ میں آپ کی ہونے والی بہو کو اتنا بدنام کردوں گی کہ معیز کے پاس اسے چھوڑنے کے سوا کوئی آپشن بچے گا ہی نہیں۔"

وہ رباب کے مقابل ہوتیں تو اس سے اس کی آنکھوں کی وحشیانہ چمک دیکھ کر جھرجھری لے کر رہ جاتیں۔ اور شاید اسے اپنی بہو بنانے کی خواہش پر نظر ثانی بھی کرلیتیں۔ مگر ابھی چونکہ فون پر تھیں سو حیران ہو کر پوچھ ہی

سکیں۔

"ایسا کیا کرو گی تم۔؟" بلا ارادہ ہی اعتراف کر گئیں۔ "معیذ اب اس سے متنفر ہونے والا نہیں ہے رباب۔ اس نے بہت آزمائشوں کے بعد اس لڑکی کو پایا ہے۔"

رباب تلملائی۔ (تو کیا میں مفت کا مال تھی اس کے لیے۔؟)

"اور اگر بھری محفل میں کوئی دوسرا مرد آکر آپ کی نام نہاد بہو کا ہاتھ تھام لے اور اپنے عشق کے قصے سنائے تو۔؟"

رباب نے چہکتی آواز میں کہا تو لحہ بھر کو وہ خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے ایمہا کو گھر سے نکالنے کے بہت سے طریقے سوچے تھے وہ اسے بد کردار بھگوڑی ماں کی بیٹی تک کہتی تھیں، مگر اس طرح سے اسے بد کردار ثابت کرنے کا انہوں نے کبھی سوچا تک نہیں تھا۔ تب ہی بے ساختہ بولیں۔

"معیذ بے وقوف نہیں ہے رباب۔! جو لڑکی جائیداد کا حصہ لے کر بھی معیذ کو چھوڑ کر نہیں گئی اس کے فرضی عشقیہ قصے پر وہ یقین نہیں کرے گا۔"

"کرے گا آنٹی! ضرور کرے گا۔" وہ پُراسرار انداز میں مسکرائی۔ پھر گویا دھماکا کیا۔

"اور اس معاملے کو ہوا دیں گی آپ۔"

"مم۔ میں۔؟" وہ اس اچانک افتاد پر گڑبڑائیں۔ "میں کیسے۔؟"

"معیذ اس پر جتنا بھی اعتماد کا اظہار کرے آپ ایسی بد کردار بہو کو اپنانے سے انکار کر دیجئے گا اینڈ ڈیٹس آل۔ اتنے سارے لوگوں کے درمیان تو ویسے بھی معیذ کی بولتی بند ہو جائے گی۔ ایسی سچویشن دیکھ کر۔"

آواز سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ اپنے منصوبے پر اٹل ہے اور محظوظ بھی ہو رہی ہے۔

سفینہ بیگم ہچکچائیں۔ "تم صبر کر جاؤ تو میں معیذ کو اسے طلاق دینے پر مجبور کر دوں گی رباب۔"

"مگر مجھے برتا ہوا مرد نہیں چاہیے۔" رباب نے سرد اور قطعی لہجے میں جو الفاظ کہے انہوں نے لحہ بھر کو سفینہ بیگم کو سنسنا دیا۔

(یہ ایک کنواری لڑکی کا انداز گفتگو تھا کیا؟)

"آپ بس خاموشی سے تماشا دیکھیں۔ اور وقت آنے پر بس اپنا کردار نبھائیں۔ باقی ساری ٹینشن میرے لیے رہنے دیں۔"

وہ اپنے ہلکے پھلکے انداز میں لوٹتے ہوئے بولی تھی۔ ان کے لیے اب یہ منصوبہ چاہے ناقابل قبول تھا مگر اندر سے تو وہ بھی ایمہا سے چھٹکارا چاہتی تھیں، سو مان ہی گئیں ضمیر کو بھی تاویل دے کر بہلا دیا۔

کون سا میں یہ سب کر رہی ہوں۔ میرا کام تو ساری صورت حال پر رد عمل ظاہر کرنا ہے اور بس۔

"اور وہ مرد کون ہو گا جو یہ ڈرامہ کرے گا۔؟" انہوں نے بر سبیل تذکرہ پوچھا۔

"وہ آپ فکر مت کریں۔ میرا ایک بہت اچھا دوست ہے۔" سفینہ بیگم کو نیم رضا مند پا کر۔ رباب کی آواز میں کھنک سی اتر آئی تھی۔ جبکہ وہ تو لفظ۔

"دوست" پر ہی اٹک گئیں۔

(اتنا گہرا دوست کہ ایسے منصوبے میں حصہ دار بنا لیا؟)

مگر جب عقل پر پردہ پڑ جائے تو آنکھوں کے ہوتے بھی انسان اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ سفینہ بیگم بھی اسی صورت حال کا شکار تھیں۔

"اب جو بھی کرنا ہے' وہ ہم دونوں کو مل کر کرنا ہوگا آنٹی۔۔۔ آپ گھبرائیں مت۔ بس آپ کو موقع پر میرا ساتھ دینا ہے اور بس۔۔۔"

"بات بگاڑ مت دینا رباب۔"

"آپ بے فکر رہیں آنٹی! اب ہی تو صحیح معنوں میں بات بنے گی۔" رباب کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"اتنی بدنامی ہوگی آپ کی بہو رانی کی۔۔۔ کہ معیز کے پاس اسے چھوڑنے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں ہوگا۔" اور یہ خیال چاہے سفینہ کے لیے خوش کن ہی سہی کہ وہ ایبہا سے چھٹکارہ پا سکتی ہیں' ان کا دل بہت سے اوہام کا شکار تھا' مگر ایبہا کے لیے یہ گڑھے کھودنا بہت ضروری تھا۔ ورنہ تو کل کو وہ ان کی راجدھانی کی ملکہ بن بیٹھتی۔

انہوں نے اندر ہی اندر خود کو تاویلیں دے کر ضمیر کو تھپتھپایا تھا۔

دوسروں کے لیے گڑھے کھودنے والوں کے نصیب میں بھی خدا عموماً "وہی راستہ لکھ دیا کرتا ہے۔ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔۔۔ کبھی نہ کبھی وہ خود بھی اس راستے پہ ضرور آنکلتا ہے۔

☆ ☆ ☆

وہ ایک بے حد روشن' البیلی اور متوالی سی صبح تھی۔

ایبہا کی زندگی کی سب سے خوب صورت اور روشن صبح۔

معیز واش روم میں تھا۔ وہ خشک ہوتے بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں لپیٹے کھڑکی میں آکھڑی ہوئی۔ نیچے وسیع لان میں پھولوں کی خوشبو بکھری ہوئی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا ابھی چل رہی تھی' آج تو سورج سوا نیزے پر بھی ہوتا تب بھی ایبہا کے لیے یہ ایک جگمگاتی حسین ترین صبح تھی۔

وہ سحر زدہ سی ہواؤں کی پھولوں کے ساتھ اٹھکھیلیوں کو دیکھ رہی تھی۔ جب معیز نے آہستگی سے آکر اسے بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

لمحہ بھر کو وہ ہڑبڑا سی گئی۔

"کیا دیکھا جارہا ہے؟"

وہ مسکرایا۔۔۔ ایبہا کے ہونٹوں پر بھی شرمگیں سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"زندگی۔۔۔" اس کا جواب بھرپور تھا۔

معیز نے اس کے جواب سے محظوظ ہوتے ہوئے اسے گھما کر اپنی طرف کیا۔

"تو پھر باہر کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

شرارت سے کہا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"خوش ہو بیا۔۔۔؟" معیز کے دل کا ایک کونا شاید ہمیشہ کے لیے مضطرب رہنے والا تھا۔

"ہوں۔۔۔" اس نے بچوں کی طرح معصومیت سے اثبات میں سر ہلایا۔ تو معیز نے اس کی پیشانی پہ لب رکھ دیے۔ ایبہا کے دل میں سکون سا اتر گیا۔

"جو بھی ہوا' اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں تھا معیز۔۔۔ یہ زندگی کے گزرنے کا ڈھنگ ہے اور ان طے شدہ راستوں پر سے ہر ایک نے گزرنا ہی ہے۔۔۔ مجھے حال میں جینا پسند ہے اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ اس میں آپ میرے ساتھ ہیں۔ تو پھر میں خوش کیوں نہ ہوں گی۔"

اس کے مان بھرے لمس نے ایہا کو بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔
"ارے..." معیز ہنسا۔ پھر شرارت سے بولا۔
"میں تمہاری زبان چیک کروانے کا سوچ رہا تھا ڈاکٹر سے... مگر تم تو اچھا خاصا بول لیتی ہو۔"
ایہا نے خفیف سا ہو کر اس کے سینے میں چہرہ چھپا لیا۔ تو معیز بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

☆ ☆ ☆

معیز اور ایہا ولیمے کی تقریب میں اس قدر مکمل اور ایک دوسرے کے جوڑ کے لگ رہے تھے کہ ہر ایک نے ان کی تعریف کی۔
سفینہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے بہو بیٹے کی تعریفیں سن کے خوش ہوں یا جلیں کڑھیں۔
فی الوقت تو ان کا دل رباب کے پلان میں اٹکا ہوا تھا۔
انہوں نے دور سے ایک گہری نگاہ اسٹیج پر ڈالی۔ معیز کے ساتھ شرمیلی سی مسکراہٹ لیے بیٹھی ایہا آج ہمیشہ سے زیادہ پُراعتماد لگ رہی تھی۔
ان کا دل غم و غصے سے بھر گیا۔ آج یہاں آنے سے پہلے وہ لحہ بھر کو ایہا کے پاس رکیں، جب وہ اکیلی تھی۔
"آج دیکھنا... جو ذلت کی سیاہی تمہارے منہ پہ ملی جائے گی۔ میرا بیٹا تھوکے گا بھی نہیں تم پر..." انہوں نے زہریلے انداز میں کہا تو ایہا گنگ رہ گئی تھی۔
بارات آئی تو معیز اور ایہا بھی اسٹیج سے اُتر آئے۔ زارا دلہن کے کمرے میں بالکل تیار بیٹھی تھی۔ چونکہ نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے کوئی افراتفری نہیں تھی۔
ایہا نے معیز کا بازو تھاما۔ تو وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔
"میں... زارا کے پاس چلی جاؤں۔"
وہ سب کے بیچ معیز کی وارفتہ نگاہوں سے نروس ہوئی جا رہی تھی۔
"اور اسے یوں ہی چھوڑ جائیں گی۔ شتر بے مہار۔" ثمر کی سماعت تیز تھی۔ اس نے لقمہ دیا تو ایک قہقہہ پڑا۔
"شٹ اپ..." معیز ہنسا تھا۔
"چلو... میں چھوڑ آتا ہوں۔"

اس نے ایہا کا ہاتھ تھاما تو سب نے ہاؤ' ہو کا شور مچا دیا۔ معیز تو خیر عادی تھا مگر ایہا کو شرم بھی آ رہی تھی اور ہنسی بھی۔
وہ اسے دلہن کے کمرے تک چھوڑ کر واپس پلٹ گیا تو ایہا اطمینان کی سانس بھرتی اندر آ گئی۔
"شکر ہے... کوئی تو آیا ادھر... سب بارات دیکھنے بھاگ گئیں۔"
اسے دیکھ کر زارا نے شکر ادا کیا تھا۔
"بہت خوب صورت لگ رہی ہو زارا..." ایہا نے دل سے تعریف کی تو وہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ صاف گوئی سے بولی۔
"مگر تم سے کم۔"
"ارے نہیں..." ایہا خجل سی ہو گئی۔
"سفیر بھائی بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔" جلدی سے کہا تو زارا مسکرائی۔

"ہاں۔۔۔وہ ضرور لگ رہے ہوں گے۔"
باہر دودھ پلائی کی رسم ہو رہی تھی تو ہر کوئی اسٹیج پر چڑھا ہوا تھا۔
سفینہ بیگم تفکر کا شکار ہر جگہ ابیہا کو تلاش تی پھر رہی تھیں۔
وہ نہ ملی تو رباب کا پلان کیسے پورا ہو گا۔یہیں ہال میں معیز کے ساتھ ہونا چاہیے تھا اسے۔
انہوں نے دیکھا۔معیز اکیلا ہی سب کزنز کے ساتھ ہنسی مذاق میں مصروف تھا۔
انہیں کچھ خیال گزرا تو وہ تیزی سے دلہن کے کمرے کی طرف بڑھیں۔دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئیں تو اندر کا عجیب سا ماحول دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔
اندر زارا اکیلی نہیں تھی۔رباب اور اس کی امی بھی تھیں۔زارا کے تاثرات عجیب سے تھے۔ماں کو دیکھ کر وہ تیر کی تیزی سے لپک کر ان سے چمٹ گئی۔
"ماما۔۔۔!"اس کے آنسو بہنے لگے تو وہ پریشان ہو گئیں۔
"کیا ہوا میری جان۔۔۔زارا کچھ بتاؤ تو۔۔۔"
انہوں نے تفکر سے باری باری رباب اور مسز احسن کی طرف دیکھا۔
پھر دوبارہ چونک کر رباب کو۔اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک اور ہونٹوں پر پُراسرار سی مسکراہٹ تھی۔
"میں بتاتی ہوں آنٹی۔۔۔آپ کی بیٹی نے اپنے کسی پرانے واقف کار کو یہاں اکیلے میں ملنے کے لیے بلایا ہوا تھا۔"
رباب نے گویا دھماکا ہی کر دیا تھا۔آن واحد میں جیسے سفینہ بیگم کے سر پہ چھت آ گری۔
تب انہوں نے پہلی بار ایک طرف کھڑے چہرے پر خبیث مسکراہٹ سجائے شخص پر نظر ڈالی۔جو بڑے اعتماد سے کھڑا تھا۔ان کا دماغ سنسنانے لگا۔
رباب نے کہا تھا کہ یہ شخص میرج ہال میں سب کے سامنے جا کر ابیہا کے ساتھ اپنے افیئر اور ابیہا کی بے وفائی کا اعلان کرے گا۔۔۔تو پھر غلطی کیسے ہوئی تھی؟کسی کی بیٹی کی جگہ ان کی بیٹی کیسے بدنام ہونے لگی تھی؟
کیا یہی قانون قدرت تھا؟اتنی جلدی وہ گڑھوں والے راستے پر نکل آئی تھیں؟وہ گڑھے جو انہوں نے ابیہا کے لیے کھودے تھے۔
"یہ کیا بکواس ہے رباب۔۔۔یہ جھوٹ بول رہی ہے۔"
ان کی آواز مارے صدمے اور غم و غصے کے پھٹ سی گئی۔
انہوں نے سراسیمہ ہو کر مسز احسن کو دیکھا۔ان کی رنگت بھی فق تھی۔انہیں تو رباب لے کر آئی تھی کہ دیکھیں یہاں کیا تماشا ہو رہا ہے۔
"جھوٹ یہ نہیں'آپ کی بیٹی بول رہی ہے۔"سیفی نے اطمینان سے کہا۔
زمین کانپ رہی تھی اور آسمان ان پہ گرنے کو تھا۔ان کے پورے وجود پر لرزہ طاری ہونے لگا۔
وہ رباب کا کھیل سمجھ گئی تھیں۔وہ محض معیز سے بدلہ نہیں لینا چاہتی تھی۔وہ اس گھر سے منسلک ہر رشتے کو اپنے خاندان سے کاٹ پھینکنا چاہتی تھی۔
اور ایک اور لرزتا کپکپاتا وجود اسی کمرے کے اٹیچ باتھ روم میں دروازے کے ساتھ لگ کے کھڑا تھا۔
سیفی کی نفرت انگیز آواز نے ابیہا کو کیا کیا یاد نہیں کروا دیا تھا۔بے بس و معصوم لڑکیوں کی زندگیاں تباہ کرنے والا آج زارا کی زندگی سے خوشیاں چھیننے والا تھا۔

"ماما... یہ جھوٹ بول رہا ہے... میں تو اسے جانتی تک نہیں ' ایک دم سے روم میں آگیا یہ..."
زارا روتے ہوئے اپنی صفائی دے رہی تھی۔
دفعتاً" ایبہا کو خیال آیا کہ وہاں کیا ہونے والا تھا۔
"میں بھائی کو بلا کے لاتی ہوں۔"
رباب کی پُرسکون آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس کے وجود پہ طاری لرزہ تھم گیا۔ زارا کی زندگی بربادی کے راستے پہ چل پڑی تھی۔
رباب نے سفیر کو کال کردی تھی اور فی الفور برائیڈل روم میں آنے کا کہا تو پریشانی کے عالم میں معیذ بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔
"خدا گواہ ہے آنٹی! میں اس آدمی کو نہیں جانتی۔ میں بے گناہ ہوں۔" زارا اب سفیر کی امی کو یقین دلا رہی تھی۔
ایبہا ایک دم سے کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے لرزتے ہاتھ سے دروازہ کھول کے باہر نکلی۔
"زارا ٹھیک کہہ رہی ہے... یہ اس آدمی کو نہیں جانتی مگر میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔"
اس نے مضبوط اور اونچی آواز میں کہا تو سب کے ساتھ بے اختیار سیفی بھی اس کی طرف گھوم گیا۔ حیرت و بے یقینی سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔
"یہ سفیان حمیدی ہے... سیفی... ہے نا؟"
وہ سفینہ بیگم کے بالکل ساتھ آکھڑی ہوئی اور اب بڑے اعتماد سے سیفی سے پوچھ رہی تھی۔
"یہ لو... یک نہ شد دو شد... بیٹی تو بیٹی... بہو بھی..." رباب ترخ کر کہنے لگی تھی کہ سفینہ بیگم اونچے سخت لہجے میں اسے ٹوک گئیں۔
"بکواس مت کرو رباب! میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں تمہاری چال کو..."
"آپ بے فکر رہیں آنٹی! یہ زارا سے نہیں مجھ سے ملنے آیا ہے۔ زارا تو اسے جانتی بھی نہیں۔"
مسز احسن سے کہتے ایک پل میں ہی ایبہا نے زارا کو ہر الزام سے بری کردیا تھا۔ رباب کا چہرہ نفرت سے سیاہ پڑنے لگا۔
اسی وقت دروازہ کھلا اور تیزی سے سفیر اور معیذ آگے پیچھے اندر داخل ہوئے اور اتنی دیر سے کلائمکس کا انتظار کرتا سیفی تو معیذ احمد کو وہاں دیکھ کر ہی بوکھلا گیا۔
رباب نے کہا تھا کہ بس وہ سفیر کو یقین دلا دے کہ زارا سے اس کا پرانا افیئر تھا اور آج وہ اس سے آخری بار ملنے آیا تھا۔ اس کے بعد اس کا کام ختم ہو جاتا۔
مگر پہلے ایبہا مراد اور اب معیذ احمد... سیفی کا تو سر ہی چکرانے لگا۔
"تم..." معیذ کے سر پہ تو حیرت کا آسمان ٹوٹ پڑا سیفی کو وہاں دیکھ کر۔
"وہ... میں... غلطی سے شاید اس روم میں آگیا تھا۔" سیفی ہڑبڑایا اور واپس پلٹنے کو تھا' جب معیذ نے اسے دانت پیستے ہوئے کالر سے پکڑ کے کھینچ لیا۔
مسز احسن نے تیزی سے سارا واقعہ کہہ سنایا تو اس کے بعد معیذ نے سرد مہری سے کہا۔
"یہ بدبخت وہی ذلیل آدمی ہے آنٹی! جس نے ایبہا کو کڈنیپ کیا تھا... بدمعاشی اور عیاشی کا اڈہ چلانے والا۔"
سفینہ بیگم کو جھٹکا سا لگا۔ وہیں رباب کی رنگت بھی سفید پڑ گئی۔ ایراز اور عمر بھی وہاں آپہنچے تھے۔

معیز نے طیش کے عالم میں سیفی کو اچھی خاصی لگا دیں۔ رباب دیوار سے پشت لگائے پھٹی آنکھوں سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

"میں کوئی اڈہ نہیں چلا رہا۔۔۔ غلطی سے اس روم میں آگیا تھا۔"

وہ اپنی بات پہ ڈٹا ہوا تھا۔ رباب ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔۔۔ اگر اب وہ رباب کا نام لے لے تو۔۔۔

مگر شاید سیفی کو اب بھی یقین تھا کہ رباب کسی کی بات کا یقین نہیں کرے گی۔ اس لیے اس نے فی الحال تو مار کھا کے بھی رباب کا حوالہ نہیں دیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن اور میری بیوی پہ الزام تراشی کرنے کی۔"

معیز کا غصہ کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ عمر نے اسے سنبھالا۔

"میں اور ایراز اسے دیکھ لیتے ہیں۔ تم سفیر کو لے کے باہر جاؤ۔ مہمان بھرے پڑے ہیں۔ سو طرح کی باتیں بنیں گی۔"

سیکورٹی گارڈ کو بلوا کر ایراز اور عمر نکلنے کو تھے' جب عون بھی پریشان سا وہاں چلا آیا۔ سیفی کو وہاں دیکھ کر اس کو بھی حیرت نے گھیر لیا۔ ایراز اسے تفصیل بتانے لگا۔

مسز احسن نے آگے بڑھ کے زارا کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ سسکنے لگی۔

سب سے بری حالت رباب اور سفینہ بیگم کی تھی۔

"دیکھ لوں گا میں تم سب کو۔۔۔" سیفی بکواس کرتا دھمکیاں دیتا ان کے ہمراہ گیا تھا۔

معیز نے زرد رنگت لیے خاموش کھڑی ایبہا کو جا کر بازو سے تھاما تو وہ اس کے شانے سے آلگی۔

معیز کو پتا تھا اتنی سی دیر میں اس پر کیا قیامت بیت گئی ہوگی۔۔۔ مگر نہیں۔

اصل قیامت جو آئی اور آکر گزر گئی۔ اس کا پتا صرف رباب' سفینہ بیگم اور ایبہا کو تھا۔

"چلو بھئی۔۔۔ اب دیر مت کرو۔ میری بیٹی کو لے جا کر اسٹیج پر بٹھاؤ۔ یہاں تو سیکیورٹی کا انتظام ہی بہت ناقص ہے۔ اللہ کا شکر کوئی نقصان نہیں ہوا۔"

مسز احسن نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ عون نے ثانیہ کو بھیجا تھا۔ وہ آکر ایبہا کی طرف بڑھی۔

"تم ٹھیک ہو ایبہا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

مسز احسن اور ثانیہ زارا کو باہر لے گئیں۔ رباب میں تو اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ اپنی جگہ سے ہل سکتی۔ ماں کے کہنے پر بھی یوں ہی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رہی تو وہ اس کی بعد میں گوشمالی کرنے کا سوچ کر چلی گئیں۔

"ریلیکس ایبہا۔۔۔ پہلے تو وہ بچ گیا تھا مگر اب دیکھنا لمبی سزا دلواؤں گا۔ اس خبیث انسان کو۔۔۔ تاکہ آئندہ کسی لڑکی کی زندگی برباد نہ کرسکے۔"

معیز اس کا ہاتھ تھامے تسلی دے رہا تھا۔ پھر بازو پھیلا کر سفینہ بیگم کو بازو کے گھیرے میں لیا تو ان کا جی چاہا اونچی آواز میں رو دیں۔

اتنا بین کریں کہ اس کمرے کی دیواریں اور چھت ان پر آگریں اور وہ یہیں دب کر مر جائیں۔

"تم چلو۔۔۔ میں آرہی ہوں۔"

انہوں نے معیز سے نگاہ ملائے بغیر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے ایبہا کو لے کر باہر نکل گیا۔

سفینہ بیگم نے نفرت بھری نظروں سے رباب کو دیکھا۔

"آج تمہاری بدکرداری نے میری آنکھوں پہ بندھی پٹی اتار دی رباب! اور تمہاری بدکرداری نے ہی میری بہو کا کردار بھی مجھ پر عیاں کردیا۔"

ان کی آنکھوں میں یکایک آنسو بھر آئے۔

انہیں خیال آیا کس طرح ایبہا نے ان کی بیٹی کی بدنامی کو اپنے سر لینے کی کوشش کی تھی۔

"اور میں سوچتی رہی کہ ایبہا کو صرف گھر توڑنا ہی آتا ہے۔ گھر تو تم جیسی لڑکیاں بساتی ہیں۔۔۔ مگر میں غلطی پر تھی۔۔۔ اور وہ بھی اتنی فاش غلطی۔۔۔" وہ حقارت سے اسے دیکھتی باہر نکل گئی تھیں۔

رباب پھوٹ پھوٹ کر روتی وہیں دیوار کے ساتھ لگ کے بیٹھتی چلی گئی۔

قسمت نے آج کیسے اسے دو خاندانوں میں رسوا ہونے سے بچایا تھا۔۔۔ وہ لرز سی گئی۔

اور سیفی۔۔۔ معیز احمد کو ٹھوکر مار کر وہ سیفی کے ساتھ تفاخر سے رخصت ہونے کے خواب دیکھ رہی تھی اور وہ کیا نکلا۔ لڑکیوں کی فروخت کا کاروبار کرنے والا۔

آج پھر ایبہا مراد فرسٹ پوزیشن لے گئی تھی۔ رباب نے حسرت سے سوچا۔ فی الوقت تو اس کا اپنا نقصان اتنا بڑا تھا کہ وہ کسی اور کے متعلق نفرت انگیز۔۔۔ انداز میں سوچ بھی نہیں پارہی تھی۔ بعد میں شاید اپنی فطرت سے مجبور ہو کر وہ اسی نہج پہ دشمنی پال لیتی مگر فی الحال تو جس قیامت سے بچی تھی اسی کا خیال اسے لرزا رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

زارا خیر و عافیت سے اپنے گھر رخصت ہوگئی مگر جو قیامت ان کے گھرانے کو چھو کر گزری تھی۔ اس کی حقیقت سے سفینہ بیگم ہی واقف تھیں۔

ایبہا کے لیے کھودے گڑھے میں ان کی اپنی بیٹی گر گئی۔ اس پر مستزاد ہاتھ بڑھا کے نکالا بھی ایبہا نے ہی تھا۔

وہ ماں ہو کر بھی اس پل اپنی بچی پر سے وہ داغ اتار نہ سکتی تھیں جو ایبہا نے آرام سے اپنی ذات پر سجالیا۔ فقط اس گھر کی عزت بچانے کے لیے۔

ساری رات وہ گھٹ گھٹ کر روتی رہیں۔ اللہ سے معافی کی طلب گار رہیں۔

صبح تک وہ بخار میں پھنک رہی تھیں۔

ایبہا سے بے بنیاد نفرت نے انہیں اتنا گھٹیا پن اپنانے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ جسے ہر وقت بھگوڑی ماں کی گھٹیا تربیت کے طعنے دیتی رہتی تھیں اور رباب۔۔۔ ایک باعزت گھرانے اور بہترین ماحول میں پرورش پانے والی۔ سفیر احسن کی بہن۔۔۔ انسان کا کردار اس کی فطرت کی بنیاد پر بنتا ہے۔ اگر فطرت اچھی ہو تو ڈاکو کا بیٹا مولوی اور اگر فطرت بری ہو تو مولوی کا بیٹا ڈاکو بن سکتا ہے۔

مگر سفینہ بیگم کو کڑے تجربے کے بعد یہ علم حاصل ہوا تھا۔ شام کو زارا کے ولیمہ کا فنکشن تھا۔

ڈاکٹر گھر آکے سفینہ بیگم کو چیک کر کے دوائیں دے کر گئی تھی۔

ایراز اور عمر کمرے میں تھے۔ ممانی جان ادھر ادھر کی باتوں سے ان کا دل بہلا رہی تھیں۔ معیز ابھی کمرے میں آیا تھا۔

"شام تک بالکل ٹھیک ہو جائیں آپ۔۔۔ زارا پریشان ہو جائے گی وہاں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ تو سفینہ۔۔۔ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

چار سالوں سے وہ معیز کے ہنسنے مسکرانے کی دعائیں مانگ رہی تھیں مگر جب اس نے مسکرانا سیکھا تو سفینہ

بیگم کو اچھا نہیں لگا۔ تف ہے مجھ پر۔۔۔ وہ دل ہی دل میں کڑھیں۔
انہیں آزردہ دیکھ کر وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ یقیناً" وہ سیفی والے معاملے کو لے کر اتنی حساس ہو رہی تھیں۔
"ڈونٹ وری ماما! وہ صرف ایک ایکسیڈنٹ تھا۔ کمینہ انسان اب سالوں جیل میں سڑے گا۔ کافی کیس ڈلوائے ہیں اس پر۔۔۔"
"تم نے کہا تھا وہ گھر کو بنانے اور جوڑنے والی ہے۔۔۔ اور وہ اپنے ماں باپ سے بہت مختلف ہے۔"
وہ رندھے لہجے میں بولیں تو معیز حیران سا انہیں دیکھنے لگا۔ سب ہی ان کی طرف متوجہ تھے۔
وہ یقیناً" ایپھا کی بات کر رہی تھیں۔
"تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا معیز۔۔۔ کل اس نے ہمارے گھر کی عزت بچالی۔"
وہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔
"میری بیٹی پہ لگنے والا الزام اپنے سر لے لیا اس نے اور اس نے بتا دیا کہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیاں کیسی ہوتی ہیں۔"
انہوں نے روتے ہوئے کہا۔ تو معیز نے سنجیدگی سے کہا۔
"اس نے جو کیا وہ اس کا فرض تھا ماما۔ آپ دل پہ بوجھ مت رکھیں۔" معیز کا انداز ایسا ہی تھا جیسے انہیں ذہنی پریشانی سے بچانے کی خاطر بہلا رہا ہو۔
مگر سفینہ بیگم کا دل تو مستقل جیسے مٹھی میں آیا ہوا تھا۔ وہ جب بھی اپنے اور رباب کے بنائے گھٹیا منصوبے کی بابت سوچتیں تو ان کی تڑپ میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ زارا کی بخیر و عافیت رخصتی کے بعد سے انہوں نے ایک پل بھی چین نہ پایا تھا۔
"اے متکبر انسان۔۔! اے خاک اور نطفے سے پیدا ہونے والے متکبر انسان! اگر تو اپنی زندگی کی "بنیاد" پر ہی غور کرلے تو تیری ساری اکڑ عاجزی میں بدل جائے۔ مگر نہیں۔ ہم اکثر اپنی ان خوبیوں پر بڑا اتراتے ہیں، جن کے ہونے میں ہمارا کوئی کمال ہی نہیں۔ جو سب اس رب ذوالجلال کی نوازی ہوئی ہیں تو بجائے اس کا شکر ادا کرنے کے ہم اس کی (نعوذ باللہ) خصوصیت اپنانے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ تکبر صرف اس ذات کریمی کو زیب دیتا ہے۔ جس نے اپنے جاہ و جلال پر اپنی رحمت کو حاوی کر رکھا ہے۔"
سفینہ بیگم کی آنکھیں بھی زوردار ٹھوکر کھانے کے بعد کھلی تھیں۔ انسان جس کے سامنے غرور و تکبر کے مظاہرے کرتا ہے اللہ اکثر اسی کے سامنے انسان کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ تو کوئی ہے جو سوچے سمجھے؟
سفینہ بہت اچھی طرح سمجھ گئی تھیں۔ اللہ نے ان کی عزت اس کے ذریعے رکھی تھی جسے وہ عزت کے قابل سمجھتی ہی نہ تھیں۔ اللہ کو انسان سے ناک رگڑوانا آتا ہے۔ اپنے مقرر کردہ دائرے سے باہر نکلتی سفینہ اور رباب کو پلٹ کر دائرے میں پٹخا گیا تھا۔
"اسے بلاؤ معیز۔۔!" "اس کا بہت قرض ہے مجھ پر۔" وہ رو رو کر تھک سی گئیں۔
ممانی جان کے اشارے پر وہ جا کر کچن میں سوپ بناتی ایپھا کے پاس کھڑا ہوا۔
"میں بس دو منٹ میں لا رہی تھی۔" وہ بہ عجلت باؤل اور چمچ صاف کر کے ٹرے میں رکھتے ہوئے بولی۔ مہندی سے رچے ہاتھ تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔
"آنٹی! غصے میں تو نہیں۔۔؟" وہ ذرا جھجکی۔
"تم نذیراں سے کہتیں۔ خود کیوں بنانے کھڑی ہو گئیں۔" معیز نے اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو تھاما اور

الگ ہی بات کی تو وہ جھینپ کر مسکرادی۔
"یونہی۔ میں نے سوچا شاید آنٹی کو اچھا لگے۔"
"بہت اچھا لگے گا۔" معیز زور دے کر بولا تو ایہا خفیف سا مسکرادی۔ اور اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔ اور باؤل میں سوپ نکالنے لگی۔
"ماما تمہیں بلا رہی تھیں۔" ایہا ٹھٹکی۔ پھر ہاتھ روکا اور چہرہ موڑ کر معیز کو دیکھا اس نے لاعلمی کے اظہار کے طور پر شانے اچکا دیے۔
"وہاں سب ہوں گے ان کے پاس؟" ایہا نے جھجک کر پوچھا۔ (اکیلے میں بے عزتی برداشت ہو جاتی تھی مگر یوں سب کے سامنے عزت اتارنا۔) اسے جھرجھری سی آئی۔
معیز کے پیچھے سوپ کا پیالہ لیے وہ ڈری سہمی سی کمرے میں آئی۔ تو سفینہ بیگم کے ذہن میں اس کی گم شدگی والا دن لہرا گیا۔ جب انہوں نے کھانے کے برتن اٹھا کے اسے دے مارے تھے۔ اور اسی رات زارا کے کہنے پر محض ان کے سکون کی خاطر وہ تن تنہا گھر سے نکل گئی تھی۔
شاید ایہا کے ذہن میں بھی کچھ ایسا ہی خیال ہو جبھی وہ شکل ہی سے سہمی ہوئی لگ رہی تھی۔
"ادھر آؤ۔" سفینہ بیگم نے اس کے لیے اپنے پاس جگہ بنائی تو وہ سائیڈ ٹیبل پر سوپ کا پیالہ رکھتی ان کے پاس آبیٹھی۔
دل میں ایک وہم سا بدستور موجود تھا۔ سفینہ بیگم کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتی تھیں۔ مگر یہ کیا۔؟ ایہا حیرت سے مرنے کو ہو گئی۔

انہوں نے دفعتاً اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔
"مجھے معاف کر دو ایہا۔"
وہ ششدر تھی مگر ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس نے ان کے بندھے ہاتھ تھام کے کھول دیے۔
"مجھے گناہ گار مت کریں آنٹی۔!" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔
"گناہ گار تو میں ہوں۔ اب تلافی کا طریقہ تم بتا دو۔" وہ رونے لگیں۔
کتنی کمینگی اور گھٹیا پن دکھا چکی تھیں وہ اس کامنی سی لڑکی کو۔ مگر اب غرور و تکبر کا بت پاش پاش ہو چکا تھا۔
ایہا نے ان کے ہاتھ تھامے ہوئے بھیگی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھ کر سادگی سے کہا۔
"بس! مجھے اپنی بیٹی کہہ دیں۔ ماؤں کی ہر کوتاہی اپنے آپ معاف ہو جایا کرتی ہے۔"
روتی آنکھوں سنگ اس نے اتنی پیاری بات کہی تھی کہ سفینہ نے کھینچ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ اور رونے لگیں۔ باقی سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔
صبر اور شکر۔ کبھی رائیگاں نہیں جاتے۔ ایہا بھی ان ہی دو ہدایتوں کو تھامے آج منزل پر شاداں و فرحاں پہنچ گئی تھی۔ غم و اندوہ کے سائے کہیں دور رہ گئے تھے۔
اور ایہا کو دیکھتے معیز کا دل اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجا لایا۔ ایہا اس کی زندگی میں قبول ہونے والی وہ مبارک دعا تھی جو اس نے مانگی ہی نہ تھی۔ مگر جانے کس نیکی کے صلے میں معیز کی جھولی میں انعام کے طور پر ڈال دی تھی
سفینہ بیگم کے گلے لگی ایہا نے بھیگی مسکراہٹ کے ساتھ معیز کو دیکھا تو وہ بھی خوش دلی سے مسکرا دیا۔ کہ اب ان کی زندگی پر غم اور غلط فہمیوں کا سایہ تک نہ تھا۔

☆